بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ

قدّس اللّٰہُ سِرّہٗ السّعید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ

رحیمیہ

لاہور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابع

مجلس ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی

مدیر: محمد عباس شاد

- درسِ قرآن
- درسِ حدیث
- خطبات و بیانات
- نصیحت آموز حکایات
- اخلاقیات
- بچوں اور خواتین کا کالم
- رفتارِ کار

اداریہ

اسلام میں مسجد کی معاشرتی اہمیت و حیثیت

روزہ اور سماجی مساوات

رمضان کی آخری مبارک رات اور ہماری ذمہ داریاں

خطاب حضرت رائے پوری رابعؒ

صدقۂ فطر اور عیدالفطر کے احکام و مسائل

جولائی 2014ء / رمضان المبارک 1435ھ – جلد نمبر 6 شمارہ نمبر 7 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 20 روپے – سالانہ ممبر شپ: مبلغ 200 روپے – تین سالہ ممبر شپ: مبلغ 500 روپے

ارشادِ گرامی حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

فرمایا: ”(آپ لوگوں کو) سال بھر تو اَور (دوسرے) کاموں میں مشغول ہونا پڑتا ہے، مگر رمضان شریف کا ایک مہینہ پابندی سے کسی اعتکاف میں گزارو، تاکہ ذکرُ (اللہ) میں یکسوئی پیدا ہو۔ کیوں کہ انسان جب سے پیدا ہوتا ہے اور ہوش سنبھالتا ہے تو دنیا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ چوں کہ اس (دنیا) کے نفع نقد ہیں اس لیے پوری توجہ اُدھر کو ہی ہوتی ہے۔

(اس لیے) جتنا (اپنے) خیال کو (اللہ کی طرف) یکسو کیا جاسکے، ضروری ہے۔ اس لیے پورا رمضان (المبارک) اور دس دن قبلِ رمضان، (اس طرح) چالیس دن تو سال میں کم از کم (ذکر اللہ کی) پابندی کی جائے، تاکہ چلہ ہو جائے۔

(مجلس 14/ رمضان المبارک 1365ھ/ 12/ اگست 1946ء۔ رائپور) (ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 50۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، A.16 موریہ خان سوسائٹی، عقب سٹار گیٹ
نزد ائیر پورٹ، شاہراہِ فیصل، کراچی
0092-021-34600000 , 021-34600001

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیونتھ روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111 ,1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تشریح: حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

روزہ ؛ چند اُصولی حقائق

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

(مسلمانو! جس طرح ان لوگوں پر، جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، روزہ فرض کر دیا گیا تھا، اسی طرح تم پر بھی فرض کر دیا گیا ہے۔ تاکہ تم میں پرہیزگاری پیدا ہو۔) (183:2)

اس آیت میں رمضان میں روزے رکھنے کا حکم اور اس سلسلے میں دینِ حق کے بعض اصولی حقائق کی تعلیم دی گئی ہے۔ نیز ان غلطیوں کا ازالہ کیا گیا ہے، جو اس بارے میں عام طور پر پھیلی ہوئی تھیں:

☆ روزے کے حکم سے یہ مقصود نہیں ہے کہ انسان کو فاقہ کروایا جائے اور اس کے جسم کو تکلیف و مشقت میں ڈالا جائے۔ بلکہ تمام تر مقصود نفسِ انسانی کی اصلاح و تہذیب ہے۔ روزہ رکھنے سے تم میں پرہیزگاری کی قوت پیدا ہوگی اور نفسانی خواہشوں کو قابو میں رکھنے کا سبق سیکھ لوگے۔

☆ روزے کے لیے رمضان کا مہینہ اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس مہینے میں قرآن کا نزول شروع ہوا ہے اور اس کا روزے کے لیے مخصوص ہو جانا نزولِ قرآن کی یادآوری و تذکیر ہے۔

☆ دینِ حق میں اصل آسانی ہے، نہ کہ سختی۔ پس یہ سمجھنا کہ اس طرح کی عبادتوں میں سختی و تنگی اختیار کرنا خدا کی خوشنودی کا موجب ہوگا' صحیح نہیں ہو سکتا۔

☆ یہودیوں کے یہاں روزے کی شرطیں نہایت سخت تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اگر شام کو روزہ کھول کر سو جائیں تو پھر بیچ میں اُٹھ کر کچھ کھا پی نہیں سکتے تھے۔ اسی طرح روزے کے مہینے میں بیویوں سے تعلق قائم کرنا بھی مطلقاً ممنوع تھا۔ مسلمانوں کو جب روزے کا حکم ہوا تو انھوں نے خیال کیا ان کے لیے بھی یہ پابندیاں ضروری ہوں گی اور چوں کہ پابندیاں سخت تھیں، اس لیے لوگ نبھا نہ سکے اور اپنے فعل کو کمزوری سمجھ کر چھپانے لگے۔ روزے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ جسمانی خواہشیں بالکل ترک کر دی جائیں، بلکہ مقصود ضبط و اعتدال ہے۔ پس کھانے پینے اور میاں بیوی کے تعلق کے معاملے کی جو کچھ ممانعت ہے، صرف دن کے وقت ہے، رات کے وقت کوئی روک نہیں۔

☆ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ مشقتِ نفس کی عبادتیں کچھ سود مند نہیں ہوسکتیں۔ اگر ایک شخص بندوں کے حقوق سے بے پروا ہے اور مالِ حرام سے اپنے آپ کو نہیں روک سکتا۔ نیکی صرف اسی میں نہیں ہے کہ چند دنوں کے لیے تم نے جائز غذا ترک کر دی، نیکی کی راہ یہ ہے کہ ہمیشہ کے لیے ناجائز غذا ترک کر دو۔ (استفادہ از ترجمان القرآن)

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ

لیلۃ القدر اور مغفرت

عن ابی هریرةؓ قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من قام لیلة القدر إیمانًا واحتسابًا غُفر لهٗ ما تقدّم من ذنبهٖ. (الترغیب و الترهیب)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔)

لیلۃ القدر رمضان کی وہ مبارک رات ہے، جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ اس رات کی برکتیں ارشادِ الٰہی کے مطابق ہزار مہینوں کی برکات سے بڑھ کر ہیں۔ اور اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔ حضور رسول کریمؐ کے ارشادات کے مطابق یہ رات' رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اور طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

اس حدیث میں دو الفاظ تشریح طلب ہیں: (1) ثواب کی نیت (2) کھڑا ہونا

ثواب کی نیت سے مراد یہ ہے کہ آدمی ریا اور دکھلاوے کے لیے یا کسی بدنیتی سے عبادت کے لیے کھڑا نہ ہو، بلکہ پورے اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کھڑا ہو۔ ثواب کا یقین کر کے پورے اطمینانِ قلب کے ساتھ کھڑا ہو۔ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا، اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا آسان ہوگا۔ جو شخص قربِ الٰہی میں ترقی کرتا جائے گا، عبادت میں اس کا انہماک اور اشتیاق بڑھتا جائے گا۔

کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے یا کسی عبادت اور ذکر اذکار وغیرہ میں مشغول ہو۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ذکر و عبادت کے لیے دل سے کھڑے ہونے سے جو پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، وہ علما کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے الا من تاب (بجز اس کے جو توبہ کرے) کے ساتھ آتا ہے کہ وہ سوائے توبہ کرنے کے کسی طرح معاف نہیں ہوں گے۔

حدیثوں میں محض صغیرہ گناہوں کے معاف کیے جانے کا ذکر دو وجوہات کی بنا پر آتا ہے: ایک تو یہ کہ مسلمان کی شان نہیں کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ کرے اور اگر کبیرہ گناہ اس سے صادر ہو بھی جائے تو مسلمان کی شان یہ ہے کہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جب تک کہ اس گناہ سے گڑگڑا کر توبہ نہ کر لے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے مواقع آتے ہیں، مثلاً لیلۃ القدر، تو جب کوئی شخص ثواب کی امید سے عبادت کرتا ہے تو اسے اپنی سیاہ کاریوں پر ندامت آتی ہے۔ اور توبہ گویا خود بخود ہو جاتی ہے۔

www.rahimia.org

اداریہ

اسلام میں مسجد کی معاشرتی اہمیت وحیثیت

اسلام ایک ایسا دین ہے، جو فرد کے ساتھ ساتھ اجتماع اور معاشرے کو بھی اپنا موضوع بحث ٹھہراتا ہے۔ اس لیے دین اور سماج کا آپس میں ایک گہرا رشتہ ہے۔ دین معاشرے کے بغیر ایک خیالی فلسفہ بن جاتا ہے اور معاشرہ دین کے بغیر ترقی کا کوئی نظام قائم کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اس لیے دین اسلام معاشرتی ترقی کے لیے اداروں کے قیام کا تصور دیتا ہے۔ اسلام کے قائم کردہ معاشرتی اداروں میں مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جو فرد اور معاشرے کے درمیان باہمی رابطے اور اصلاح و ترقی کا بہترین ذریعہ ہے۔ چناں چہ قرآن حکیم میں ہے: ''لوگوں (کی اصلاح وہدایت) کے لیے سب سے پہلا بابرکت گھر مکہ معظمہ میں (قائم کیا گیا) ہے، جس سے تمام عالم کی اصلاح مقصود ہے۔'' (آل عمران) اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فإيّاكم و الشعاب و عليكم بالجماعة و العامّة و المسجد.'' (مسند احمد) ''لازم ہے کہ تم جماعت، عوام الناس اور مسجد کے ساتھ جڑے رہو۔'' اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے مسجد کے نام سے اس ادارے کے قیام کا سلسلہ مسلمانوں نے حضور اکرم ﷺ کی قیادت میں سب سے پہلے ''قبا'' میں اور اس کے بعد مدینے میں شروع کیا اور بعدازاں یہ دنیا کا سب سے بڑا اور منظّم نیٹ ورک بن گیا۔ دراصل اسلام ڈسپلن اور نظم وضبط کا دین ہے اور یہ چیزیں اسی وقت پیدا ہوسکتی ہیں، جب ایک مرکزیت قائم ہو۔

اس طرح اسلام اپنے ماننے والوں کی ایک مرکزیت قائم کرتا ہے اور انھیں دعوت دیتا ہے کہ ''تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔'' (آل عمران) اگر اختلافات کی وجہ سے تفرقہ اور تقسیم کے شکار ہوگئے تو ''تم بزدل ہوجاؤ گے اور تمھاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔'' (الانفال) اس لیے معاشرے کی مرکزیت کو قائم رکھنے کے لیے مسجد کو باقاعدہ ایک مرکزی سماجی ادارے کی حیثیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں مسجدِ نبوی کا مثالی کردار ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ عہدِ نبوی ﷺ میں مسجد؛ دینی، سماجی، سیاسی، تعلیمی، فوجی، تمدنی، ثقافتی، تہذیبی اور اجتماعی سرگرمیوں کا مرکز رہی ہے۔ آپ ﷺ اور جماعتِ صحابہؓ نے نظام ظلم کے خلاف تنظیم سازی، باجماعت نمازوں کی ادائیگی، اہم اُمور پر مشاورت، بیعت، جہاد کی تیاری، غربا اور مساکین کے قیام، وفود سے ملاقات، معاہدات، عدالتی فیصلے، اجتماعی کاموں کی منصوبہ بندی، مالِ غنیمت کی وصولی، صدقات کی تقسیم، نظم وضبط کی تعلیم وتربیت، ذکر واذکار، وعظ ونصیحت، زخمیوں کی دیکھ بھال اور مرہم پٹی، اور عدل وانصاف کے قیام کی جدوجہد کے لیے مسجد کی مقدس فضا کو ہی اوّلیت دی۔ گویا صدرِ اوّل میں مسجد کو پارلیمنٹ، یونیورسٹی، فوجی چھاؤنی، عدالت، شفاخانے، مرکزِ نشرواشاعت اور دعوتی ورفاہی اداروں کی بیک وقت حیثیت حاصل تھی۔

اس کے برخلاف اگر ہم آج مسجد کی حالتِ زار دیکھیں تو انتہائی دُکھ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا وہ ادارہ جسے ان کے نظام میں مرکزی اہمیت حاصل تھی، وہ آج مسلکی کش مکش کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور اس کا حقیقی کردار ہماری نظروں سے اوجھل ہوگیا ہے۔ آج غور طلب امر یہ ہے کہ ہم مسجد کے ہمہ گیر کردار کو بحال کریں اور دیگر اداروں کے منتظمین کو منتخب کرتے وقت جن معیارات کا خیال رکھا جاتا ہے، مسجد کی انتظامیہ، معلّمین، ائمہ کرام اور خطبائے کرام کے انتخاب میں بھی مسجد کے شایانِ شان معیارات کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ (مدیر)

روزہ اور سماجی مساوات

چوہدری افضل حق (مرحوم)

اسلام؛ مساوات کی تعلیم ہے۔ نماز؛ مجلسی مساوات کا درس ہے۔ روزہ؛ اقتصادی مساوات کے قیام کے لیے تلخ حقیقت کا تجربہ ہے۔ لفظوں کی کوئی ترتیب، غریب کی تاریک زندگی کا نقشہ پیش نہیں کرسکتی۔ اس لیے روزے کا حکم دیا گیا، تاکہ ہر فارغ البال، فاقہ کش مزدوروں کی بدحالیوں کا ہلکا سا اندازہ لگالے۔ ورنہ تو مزدور کی مصیبتوں کا ذکر ہی باعثِ سردرد ہوتا ہے۔ کوئی کسی کی داستانِ درد سُن کر اپنے آرام کو کیوں حرام کرے۔ ہزار کتابیں لکھو، لاکھ فصاحت کے دریا بہاؤ، مگر غریب کی زندگی جو آہوں کی بستی ہے، اس کا پورا اِحساس ممکن نہیں۔ اس لیے مساوات پسند مذہب نے روزے کا حکم دے کر غریب کی زندگی کی ہلکی سی جھلک دکھا کر کہا کہ ان کا احساس کرو جو ملک کے غلط نظام کے باعث فاقوں سے مر رہے ہیں۔

اسلام کا اپنا نظام مساویانہ (برابری) کا ہے۔ جائیداد کا مالک اللہ ہے۔ رسول اللہ اور خلفائے راشدین امیروں سے لے کر غریبوں پر تقسیم کرنے والے اللہ کے حکم بردار بندے ہیں۔ اس اسلامی نظام سے باہر جو کوئی غیر اسلامی حکومت میں بستا ہے، اسلام اِسے ہر آئے سال رمضان کا سارا مہینہ مفلسی کے معنی سمجھاتا ہے۔ روزے کے بغیر کوئی کیا جانے کہ غریب کے مُردہ سے چہرے پر بے کسی کا غبار کیوں ہوتا ہے اور اس کے دل کی بستی پر آہوں کا دھواں کیوں چھایا رہتا ہے۔ رمضان کے ابتدائی ایام میں روزے دار اپنے کرب سے ان لوگوں کی اضطراب انگیز زندگی کا اندازہ کرلیتا ہے، جن کے گھروں میں فاقہ سال کے باقی مہینوں میں زبردستی مہمان رہتا ہے۔ ان کے اور ان کے بچوں کے خون سے پرورش پاتا ہے۔ غرض اسلامی یا غیر اسلامی نظام میں رہو، خدا کی وحدانیت اور محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے ہی سال میں ایک مہینے کی مفلسی کا تلخ مزہ ضرور چکھنا پڑتا ہے۔ تاکہ باقی گیارہ مہینے دنیا کے مفلسوں کی موت سے بدتر زندگی کا احساس رہے۔ اسلامی نظام میں رہو تو روزہ پھر بھی ضروری ہے، تاکہ دنیا کے باقی غریبوں سے مسلمان بے خیال نہ رہیں۔ جب تک دنیا میں ایک بھی فاقہ کش موجود ہے، عیش سے بسر اوقات سب پر حرام ہے۔ غیر اسلامی حکومت میں بھی رہنا پڑے تو روزہ فاقے کی ماری مخلوق کی ہمدردی کا سبق دے گا اور عقل کو سرمایہ داری کے حق میں دلائل دینے سے باز رکھے گا۔ روزے میں گو زبان کو بند نہ رکھ سکے، لیکن روزہ دار دل سے غریب کی زندگی کی بربادیوں کو ضرور محسوس کرنے لگتا ہے۔ جب اپنے بالغ بچے کی بے قراریاں دیکھے گا تو اُن غریب والدین کی تباہ حالیوں کا اندازہ کرسکے گا جن کے ہاتھوں میں مزدوری کرتے آبلے پڑجاتے ہیں، مگر ننھے بچوں کا پیٹ نہیں بھر سکتے۔ روپیہ گھر میں رکھ کر اللہ اللہ کرنا کیا نیکی ہے! نیکی یہ ہے کہ اس نظام کو برباد کیا جائے جس کی پھیلائی ہوئی آگ سے دوزخ بھی پناہ مانگتی ہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم یہی ہے کہ طبیعت کو سوسائٹی میں امتیازات رفع کرنے کے قابل بنایا جائے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

افادات: حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ
جانشین حضرت رائے پوریؒ رابع و مسند نشین خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

رمضان المبارک کا پیغام؛ تبدیلیٔ نظام

4/ستمبر 2009ء/ 14/رمضان المبارک 1430ھ کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ لاہور میں نمازِ جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے قرآن حکیم کی آیت يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (183:2) پڑھی اور رمضان المبارک میں نازل ہونے والی پہلی سورت **"العلق"** کے تناظر میں فرمایا:

معزز دوستو! رمضان المبارک میں قرآن حکیم کی نازل ہونے والی پہلی سورت **"العلق"** معاشرے میں ظالموں کے خلاف انقلاب کا نظریہ پیش کر رہی ہے۔ رمضان المبارک میں برکات کا اظہار اور تجلیات کے نتائج و انواراتِ الٰہیہ کے اثرات یہ پیدا ہو رہے ہیں کہ وہ انسانی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے، معاشرے میں انقلاب لانے اور طاغوتی طاقتوں کا خاتمہ کرنے کا نظریہ دے رہی ہیں۔ گویا کہ رمضان کا پہلا اثر اور نتیجہ قرآن حکیم کا نزول ہے۔ اور پھر قرآن حکیم کی پہلی سورت ایک نظریہ واضح کر رہی ہے کہ ایک روزے دار کے نظریے میں کیا تبدیلی آنی چاہیے۔ قرآن حکیم نے وہ تبدیلی متعین فرما دی۔ کیا ایک روزے دار صرف یہ کرے کہ صبح کو پیٹ بھر کر سحری کھائے۔ شام کو خوب ڈٹ کر افطاری کرے اور سارا دن سو کر گزار دے اور چند رسمی اعمال کرتا رہے۔ ایسا ہرگز نہیں! بلکہ قرآن حکیم نے فرمایا کہ اس کا نظریہ ہونا چاہیے کہ اگر اس کے ماحول میں طاغوتی نظام موجود ہے تو اس کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔ اگر وہ ظالم اپنے ظلم سے باز نہ آئے تو روزے دار کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹ لے۔ وہ ظالم زیادہ سے زیادہ دباؤ ڈالے گا۔ اپنی طاقت کا استعمال کرے گا۔ اپنی فوج لے کر آئے گا۔

رمضان المبارک میں حضورؐ کو ایک مشن اور ہدف سونپا گیا۔ آپؐ اس نظریے کو مکمل کرنے کے لیے مسلسل جدوجہد فرماتے رہے۔ اور دشمن کے لشکر اور نظام سے پہلا مقابلہ رمضان المبارک کے ہی مہینے میں میدانِ بدر میں ہوتا ہے۔ اور اس میدان میں پہلا نتیجہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دشمن کے ستر (70) بڑے بڑے سردار راستے سے ہٹا دیے گئے۔ اور ستر سردار گرفتار کر لیے گئے۔ باقی لشکر پشت پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔

حضورؐ کی نبوت کی زندگی میں یہ تین اہم ترین مواقع ہیں۔ ایک تو آغازِ وحی کا موقع، جب آپؐ کو ایک ہدف اور مقصد دیا گیا۔ اور دوسرا جنگِ بدر کا میدان، جب اس ہدف کو حاصل کرنے کا آغاز ہوا۔ اور تیسرا فتح مکہ کا دن، جب اس مقصد کی تکمیل قومی سطح پر ہوئی۔ یہ تینوں مواقع رمضان المبارک میں آتے ہیں۔ حضورؐ کی زندگی کے یہ اہداف و مقاصد رمضان المبارک کے حوالے سے تمام مسلمانوں کے پیش نظر رہنے چاہئیں کہ وہ رمضان المبارک کو کیسے گزاریں اور رمضان میں اپنی زندگی میں کیسی تبدیلی پیدا کریں۔

حضورؐ اور آپ کی جماعت پر جو اثرات و نتائج رمضان المبارک کے مہینے نے ظاہر کیے، ان کو پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ آج رمضان المبارک کو رسمی طور پر گزار دیتے ہیں۔ یہ کافی نہیں ہے۔

یہی وہ مقاصد ہیں، جو کہ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور تمام اولیاء اللہؒ کے پیش نظر رہے کہ انھوں نے رمضان میں یکسوئی اختیار فرما کر اپنے لیے اہداف کا تعین کیا کہ انسانیت کی کامیابی کے لیے کیسے کوشش کرنی ہے۔ لوگوں کے قلوب کو بدلنا ہے۔ ان کو درست راستے کی طرف چلانا ہے۔ قریب کے زمانے میں آپ دیکھیں کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے دور میں حکمران اداروں پر گہری نظر رکھی۔ اور ان کو درست کرنا اپنا ہدف قرار دیا۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے دیکھا کہ ان کے ماحول میں اصل خرابی کہاں پر ہے تو آپ نے ہدف متعین کیا کہ خرابی سسٹم اور نظام میں ہے۔ تو آپ **"فکّ کُلّ نظام"** (ہر فرسودہ نظام کو توڑنے) کا اعلان فرماتے ہیں۔ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد (خواجہ عثمان ہارونیؒ) کے پاس رہ کر تربیت حاصل کی تو آپ نے اپنا ہدف متعین کر لیا کہ اس وقت کا بغداد جیسا ترقی یافتہ شہر چھوڑ کر اپنا دعوت کا میدان ہندوستان کو قرار دینا ہے۔ چناں چہ آپ ہندوستان میں آ کر ایک جنگل میں بیٹھ جاتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے پیش نظر ایک اعلیٰ ہدف اور مقصد تھا کہ یہاں کے ظالمانہ سسٹم اور نظام کو توڑ کر مظلوم انسانیت کو ظلم سے آزادی دلوانی ہے۔ چناں چہ یہی ہوا کہ آپ کی جدوجہد سے پرتھوی راج کو شکست ہوئی۔ سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان پر اپنی حکومت قائم کی۔

اسی طرح حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ المعروف "داتا گنج بخش" کابل اور غزنی سے سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ لاہور آتے ہیں تو آپ کے پیش نظر بھی ایک اعلیٰ مقصد ہے۔ آیات مذکورہ کی روشنی میں آپ نے اپنی زندگی کا مقصد متعین کر لیا کہ لاہور کے ظالمانہ نظام کو توڑنا ہے۔ یہاں کے مظلوم انسانوں کو آزادی دلوانی ہے۔ اس کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یہ اولیاء اللہ جب کسی معاشرے میں تشریف لے جاتے ہیں تو اپنا ایک ہدف متعین کر لیتے ہیں۔ کسی بھی ولی کی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیں۔ اگر اس نے کسی جگہ پر ڈیرہ ڈالا ہے تو وہاں کے ظلم و ستم کے ماحول کو ختم کرنے کے لیے کوشش کرتے ہیں۔ اور ان تمام اولیاء اللہ کے پیش نظر بھی وہی ہدف ہے۔

رمضان المبارک کے برکت والے ایام میں تبدیلی کا یہ عمل' انسانی قلب، نفس اور عقل تینوں میں ہونا ضروری ہے۔ تا کہ ایک انسان گرد و پیش کے حالات کا مشاہدہ کر کے اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرے۔ عقل اس میں دھوکہ نہ کھائے۔ قلب بزدلی کا مظاہرہ نہ کرے۔ نفس غلط خواہشات کا مطالبہ نہ کرے۔ جب عقل درست شعور حاصل کرے اور قلب اس کے مطابق ہمت و جرأت کے ساتھ فیصلے کرے۔ اور نفس خواہشات سے احتراز کرنے لگ جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تربیت کے نتائج ظاہر ہونے لگے ہیں۔ روزہ انھیں تینوں دائروں میں تربیت اور تزکیہ کے لیے کردار ادا کرتا ہے۔

www.rahimia.org

عبادات کا مقصد؛ قیامِ اجتماعیت

9/اگست 2013ء/ یکم شوال، عیدالفطر 1334ھ کو ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ کے مین کیمپس لاہور میں نماز جمعہ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝ (119:9) کے تناظر میں حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے اپنی گفتگو میں فرمایا:

دین اسلام کی تعلیمات میں اجتماعیت کا جو بنیادی تصور موجود ہے، اُس میں مسلمانوں کے اجتماعات کی خاص اہمیت ہے۔ یہ دنیا کا واحد دین ہے، جو انسانوں میں اجتماعیت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کی عبادات میں بھی اجتماعی پہلو غالب ہے۔ ورنہ دیگر تمام مذاہب میں جب بھی عبادت یا اللہ کے سامنے سربسجود ہونے کا معاملہ سامنے آتا ہے تو وہ انفرادیت لیے ہوئے ہے۔ ویسے بھی عبادت اگر صرف محبت کرنے والوں اور محبوب کے درمیان ہو تو یہ عبادت تنہائی کا تقاضا کرتی ہے۔ عاشق و معشوق اور محبّ و محبوب جب بھی آپس میں راز و نیاز کی بات کرتے ہیں تو تنہائی اختیار کرتے ہیں، لیکن دین اسلام میں نماز جیسی اہم عبادت کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے۔

دوسرا یہ کہ مسلمانوں میں ایک اجتماعی نظم و ضبط قائم کرنا۔ اور یہ نظم و ضبط تبھی ہوگا، جب نماز ایسی عبادت کے اندر بھی نظم و ضبط ہو۔ نماز کی وہ صف سیدھی رکھیں، کوئی آگے کوئی پیچھے نہ ہو۔ یہ صف درست ہوگی تو اجتماعیت بھی درست ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ اپنی صفوں کو درست کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ صفوں میں آگے پیچھے کھڑے ہونے سے تمھارے چہروں میں بھی اختلاف پیدا ہو۔ یعنی ایک کا رُخ ایک طرف اور دوسرے کا رُخ دوسری طرف نہ ہو۔ اس طرح صف بندی کو درست طور پر قائم کرنے کا حکم دیا گیا کہ وہ ہر نماز سے پہلے لائن سیدھی کریں۔ وہ سب کے سب ایک ہی صف میں کھڑے ہوں، خواہ وہ محمود ہوں یا ایاز ہوں، عبادت میں یہ کوئی فرق نہیں کہ کون بادشاہ ہے اور کون اس کا غلام ہے۔ تمام انسان بحیثیتِ انسان، بحیثیتِ مسلمان، جس کو جہاں موقع ملے، وہ صف بندی کی اجتماعیت میں شریک ہو جائیں۔ تو گویا کہ اس طرح محلے کی سطح کی اجتماعیت قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔

پھر یہ ارشاد فرمایا گیا کہ ایک ہفتے کے بعد جمعہ کے روز تمام محلے والے اپنی اپنی مسجدیں بند کردیں اور پورے شہر میں ایک جامع مسجد میں شریک ہوں۔ مسلمانوں کے غلبے کے بارہ سو سالہ دور میں دنیا بھر میں یہی طریقہ رہا۔ گلی گلی، محلے محلے جامع مسجد نہیں ہوتی۔ ایک شہر میں صرف ایک ہی جامع مسجد ہوتی ہے۔ اور اس جامع مسجد کا انتظام اور جمعہ کا انتظام بھی حکومت کی سرپرستی میں ہوتا ہے۔ اس شہر کا حاکم نماز جمعہ پڑھائے، خطبہ دے، عوام کے سامنے جواب دہ ہو کہ اُس نے کیا کارکردگی دکھائی ہے۔ دو خطبے اسی لیے رکھے گئے کہ امام پہلے خطبے میں پچھلے ہفتے کی اپنی کارکردگی بیان کرے۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد بتلائے کہ یہ امور سرانجام دیے گئے۔ دوسرے خطبے میں اگلے ہفتے میں وہ انسانی فائدے کے لیے کیا اقدامات کرے گا، اس کے بارے میں اپنا پلان پیش کرے۔ گویا کہ نماز جمعہ کو مکمل اجتماعیت کا ایک نمونہ قرار دیا گیا۔ اسی طرح عوام کے سامنے، پورے شہریوں کے سامنے شہر کا حاکم جواب دہ ہے۔ عوام انکار کرسکتے ہیں کہ آپ کا خطبہ اس وقت تک نہیں سننا، جب تک کہ آپ ہمارے سوالوں کے جوابات نہیں دیتے۔ گویا کہ نمازِ جمعہ کا اجتماع حکومت کے محاسبے کا وقت بھی ہے۔ خطبہ نہ سننا' حکومتی رِٹ کو چیلنج کرنا ہے۔ حکومتی رٹ اس لیے بنائی گئی ہے کہ وہ انسانی حقوق ادا کرے۔ اور وہ یہ حقوق ادا کرنے میں ناکام رہی تو خطبہ سننا عوام پر لازمی نہیں ہے، اس کی حکومت ماننا ضروری نہیں ہے۔ اور اگر وہ انسانی حقوق ادا کرتا ہے، تو پھر خطبے کے وہ تمام آداب لازمی ہیں کہ خاموشی سے، توجہ سے، اہتمام سے، بغیر کسی شور و شغب کے خطبہ سنا جائے۔ تو جمعہ کی اجتماعیت بھی دراصل نظم و ضبط اور ڈسپلن لیے ہوئے ہے۔

اس کے بعد ایک بین الاقوامی اجتماعیت قائم کرنا ہے کہ حج کے موقع پر دنیا بھر کے تمام ملکوں سے صاحبِ استطاعت لوگ اکٹھے ہوکر خانۂ کعبہ میں جمع ہوتے ہیں اور حج کے لیے جاتے ہیں۔ وہاں بھی نظم و ضبط اور ڈسپلن کا مظاہرہ کریں۔ ہزاروں لاکھوں لوگ بھی کیوں نہ جمع ہو جائیں، لیکن انھیں جھگڑنا نہیں ہے۔ عرفات جاتے ہوئے، منیٰ جاتے ہوئے، خانۂ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک دوسرے سے گالی گلوچ نہیں کرنی، امن و امان کے ساتھ رہنا ہے۔ اجتماع میں رہنے کی وجہ سے جو کچھ تکلیفیں آتی ہیں، اُن کو برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں کے لیے ہر ملک میں دو عیدیں مقرر کی گئیں کہ شہر کے تمام شہری جامع مسجد سے بھی باہر نکلیں۔ شہر سے باہر ایک میدان میں جمع ہوں۔ عیدین کے لیے حکم دیا گیا کہ کھلے میدان میں سب لوگ نکلیں۔ گویا کہ بڑی اجتماعیت قائم ہو۔ اس روز عبادت بھی کریں اور باہمی میل ملاقات کے ذریعے سے خوشی کا اظہار بھی کریں۔

حضورؐ نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کے لیے تو ہر جمعہ کا روز' عید ہے۔'' عید کا مطلب وہ دن جو بار بار لوٹ کر آتا ہے۔ ہفتے بعد جمعہ کا دن لوٹ کر آتا ہے، ''عود'' سے ہے۔ یعنی یہ اجتماعیت بار بار قائم کرنی ہے۔ ایک دفعہ کرنے سے کافی نہیں۔ لفظِ عید کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ سال کے بعد دوبارہ آتی ہے۔ سال کے بعد آجائے یا ہفتے کے بعد آئے، اسی لیے حضورؐ نے جمعۃ المبارک کو بھی عید قرار دیا ہے۔

یہ تمام اجتماعات عبادات کے ساتھ پیوستہ کردیے گئے۔ حضور نے فرمایا کہ جو آدمی مسجد میں نماز کی جماعت کے لیے نہیں آتا، میرا یہ جی چاہتا ہے کہ اپنے مصلے پر کسی اور کو کھڑا کروں اور جا کر اُن کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ اگر ان کی بیویوں اور بچوں کا مجھے ڈر نہ ہوتا تو میں آگ لگا دیتا کہ وہ بے قصور نہ مرجائیں۔

ان ساری اجتماعیّتوں کا مقصد تربیت ہے۔ دین کی تمام عبادات ہماری تربیت کے لیے ہیں کہ ہم میں اجتماعی رویے پیدا ہوں۔ سماجی زندگی کو سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی صلاحیت و استعداد پیدا ہو۔ انسانوں کے کام آنے کا موقع ملے۔ انسانیت دشمن رویوں سے ہم بچیں۔ اس دن میں اجتماعیت کا درس سیکھا جائے اور اجتماعی تقاضوں کو پورا کرنے کے آداب اور سلیقہ معلوم کیا جائے۔ یہی عیدین کا درس ہے۔

مولانا مفتی عبدالقدیر

حکایت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ہارون رشید نے ایک روز امام ابو یوسف سے کہا کہ:
''مجھے حضرت داؤد طائی کی زیارت کے لیے لے چلو۔''

جب خلیفہ اور امام ابو یوسف دونوں ان کے دروازے پر پہنچے تو انھوں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔

خلیفہ نے آپ کی والدہ صاحبہ سے عرض کیا کہ ہماری باریابی کی سفارش کیجیے۔ انھوں نے سفارش کی، لیکن آپ نے اپنی والدہ کی سفارش کو بھی قبول نہ کیا اور حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مجھے ظالموں اور دُنیاداروں سے کیا غرض۔ میں ہرگز ظالم کو نہ دیکھوں گا۔''

پھر آپ کی والدہ نے کہا کہ:

''الٰہی! کیا تیرا حکم ہے کہ ماں کے حقوق کو نگاہ میں نہ رکھا جائے اور میری رضا مندی اس میں ہے کہ خلیفہ کو اندر آنے دیا جائے، ورنہ مجھے بھی ایسے لوگوں سے کچھ غرض نہیں، جو اپنی والدہ کی رضا کے طالب نہیں۔''

آپ نے جب اپنی والدہ کے یہ کلمات سنے تو خلیفہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ خلیفہ کچھ دیر آپ کی خدمت میں بیٹھا رہا۔ جب واپس جانے لگا تو ایک اشرفی نذر گزرانی اور عرض کیا: ''یہ حلال ہے، قبول فرمائیے۔''

آپ نے ارشاد کیا کہ اِسے اٹھا لیجیے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا مکان حلال روپوں کے عوض میں فروخت کیا ہے اور میں اُسی روپیہ کو خرچ کرتا ہوں۔ اور میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ جس وقت یہ روپے خرچ ہو جائیں تو مجھے بھی موت دے دے، تاکہ میں مخلوق کا محتاج نہ ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ حق تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہوگی۔'' پھر دونوں واپس ہو گئے۔

امام ابو یوسف نے پوچھا کہ: آپ کا نفقہ کس قدر رہ گیا ہے؟

فرمایا: دس درہم چاندی کے رہ گئے ہیں اور ایک درہم روزانہ خرچ ہے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ امام یوسف محراب میں پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ: ''آج داؤد طائی نے وفات پائی ہے۔''

جب دریافت کیا گیا تو درست نکلا۔ لوگوں نے پوچھا آپ نے کس طرح جانا؟ امام ابو یوسف نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے نفقے کے مقدار سے حساب کیا کہ اب باقی نہیں رہا ہے۔ اور یہ کہ آپ کی دعا ضرور قبول ہوگی ؎

کاٹیے دن زندگی کے ان یگانوں کی طرح
جو سدا رہتے ہیں چوکس پاسبانوں کی طرح

پروفیسر ڈاکٹر قاری محمد سعید اختر

وقار

وقار؛ انسان کا ایک بنیادی وصف اور استحقاق ہے۔ اسی کی بنیاد پر انسانی معاشروں کی تشکیل ہوتی ہے اور اسی سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا کردار ادا کرسکتا ہے۔

اصل میں انسان اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوقات میں ایک شاہ کار تخلیق ہے۔ اس حوالے سے یہ دو حیثیتوں کا مالک ہے۔ ایک حیثیت خالق کا نمائندہ ہونے کے طور پر ہے اور ایک مخلوقات کا نمائندہ ہونے کے طور پر۔ مخلوق ہونے کے ناطے اس کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ عبودیت کا ہے اور خالق کا نمائندہ ہونے کے طور پر زمین مین اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ بنیادی طور پر یہ دونوں حیثیتیں اس کے وقار اور توقیر کا سرچشمہ ہیں۔

اپنے خالق سے تعلق اور رشتہ قائم کرکے انسان اپنے کردار کی انجام دہی کے حوالے سے وقار حاصل کرتا ہے۔ یہ وقار اس دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ اس سلسلے میں انسانی سوسائٹی کے باشعور افراد کا فرض ہے کہ وہ اجتماعی طور پر افرادِ معاشرہ کا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہونے کے راستے میں حائل رُکاوٹوں کو دور کرنے کی جدوجہد کریں اور انسانیتِ عامہ کو عبودیت سے حاصل ہونے والی وقار سے ہم کنار کرے۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے نائب اور خلیفہ کے طور پر زمین میں کردار ادا کرکے عزت اور وقار حاصل کرتا ہے۔ نیابت اور خلافت کی توقیر میں انسانیتِ عامہ مجموعی طور پر شریک ہے۔ اس سلسلے میں باصلاحیت افراد کا یہ فرضِ اوّلین ہے کہ وہ زمین پر چند انسانوں کی خدائی اور حاکمیت قائم کرکے اجتماع انسانیت کو انسانی عزت و شرف سے محروم کرنے کی کسی بھی صورت کو قائم نہ ہونے دیں۔

اجتماعی طور پر انسانی معاشرے کو وقار ایک عادلانہ سماجی اور اقتصادی نظام قائم کرکے ہی دیا جاسکتا ہے۔ عزت و وقار انسان کا بنیادی حق ہے۔ یہ اسے خیرات کے طور پر نہیں دیا جاسکتا۔ ایسی صورت انسان کی بے توقیری ہے اور یہ ذاتِ باری تعالیٰ کو ہرگز گوارا نہیں۔

ایک عادلانہ سماجی نظام کے بعد افرادِ معاشرہ کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی وقار کو قائم کرنے کے لیے بنیادی اَخلاقیات اپنے اندر پیدا کریں۔ ان پر لازم ہے کہ وہ کسی کا حق نہ چھینیں۔ دھوکے اور جھوٹ سے گریز کریں۔ معاملات کو درست رکھیں۔ ظلم سے گریز کریں۔ دوسروں کے کام آئیں۔ گفتگو میں غیر شائستہ انداز نہ اپنائیں۔ نرم خوئی اختیار کریں۔ دوسروں کے وقار کا خیال رکھیں۔ کسی سے ٹھٹھہ اور مذاق نہ کریں۔ پاکیزہ لباس زیبِ تن کریں۔ اپنے قیام کے مقام کو پاکیزہ رکھیں اور ایسی ہر بات اختیار کریں، جس سے انسان کا انفرادی اور اجتماعی وقار قائم ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس پر عمل کی استطاعت عطا فرمائیں، جس سے انسانیت کے وقار میں اضافہ ہو۔

www.fahimia.org

بچوں کا کالم — چوہدری افضل حق

وہمی خیالات سے بچو!

(چوہدری افضل حق آزادی کے عظیم رہنما تھے۔ اپنی قوم کی تعلیم و تربیت اور اَخلاقی معیار کی بلندی ہمیشہ ان کے پیشِ نظر رہی۔ ذیل میں ان کے اُن خطوط کی تلخیص شائع کی جا رہی ہے، جو اُنھوں نے 1939ء میں راولپنڈی جیل سے اپنے بچوں کے نام لکھے۔ دراصل ان کے مخاطب قوم کے ہر دور کے نونہال ہیں۔ مدیر)

معروف بی بی! السلام علیکم

آج تمھاری بہن کا خط آیا کہ نہ تو تم ہنستی ہو، نہ کھیلتی ہو۔ ہر وقت لیٹی رہتی ہو۔ تمھیں بیماری کا وہم ہو گیا ہے۔ بیماری کا وہم بیماری سے بدتر ہوتا ہے۔ یہاں بھی ایک وہمی آئے ہوئے ہیں۔ ان کو جیل میں ماں یاد آتی ہے۔ نبض پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہتے تھے۔ کہا گیا کہ اٹھو کھیلو کودو تو وہ کہہ دیتے تھے: میں بیمار ہوں۔ ہلکا ہلکا بخار ہے۔ زیادہ زیادہ دل دھڑکتا ہے۔ جس طرح گھر میں ایک بیمار ہو تو اس کی وجہ سے گھر بھر پریشان رہتا ہے، اسی طرح اس نئے قیدی نے ہمارا آرام حرام کر دیا۔ جب دیکھو پڑے ہیں، جب پوچھو بیمار ہیں۔ آخر بڑے میٹھے بن کر پوچھا تو پتہ لگا کہ بے چارے کو ماں یاد آتی ہے۔ پھر تو سب نے اسے آڑے ہاتھوں لیا کہ بھئی تمھاری ماں کی یاد نے ہمیں نانی یاد کرا دی۔ اگر تم ماں کو ایک نبض پکڑ کر لیٹے لیٹے یاد کر کے اونچے اونچے روئیں گے، کوئی جیل کا ملازم رونے کی وجہ پوچھنے آیا تو کہہ دیں گے کہ ان کو ماں یاد آتی ہے، ہم کو نانی یاد آتی ہے۔

یہ سُن کر وہ شرمندہ سا ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ جب وہ بے وقت لیٹتا تھا، ہم میں سے کوئی نہ کوئی کہہ دیتا کہ: بھئی! مجھے بھی نانی یاد آنے لگی ہے، وہ پھر اُٹھ بیٹھتا تھا۔ ماں باپ کو یاد کر کے رونے والے بچے سارے ملک کی مصیبت کا باعث ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں میں نیک کام کا ارادہ کمزور ہو جاتا ہے اور وہ مصیبتوں میں گھبرا جاتے ہیں۔

معروف بیٹی، وہم جتنا بڑھاؤ بڑھتا ہے۔ خیال کو بھول جانا یہ بھی بڑی ہمت اور بہادری کی بات ہوتی ہے۔ خوب کھیلو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ صحت درست کر کے علم حاصل کرنا ہے اور دنیا میں بہت بڑے بڑے نیک کام کرنے ہیں۔ اپنے ارادوں کو مضبوط کرو اور بڑی بات یہ کہ خیالات پر فتح پانا سیکھو۔ جس خیال کو بھلانا چاہو وہ بھول جائے۔ یہ نہ ہو کہ خیالات اور وہم کا خود شکار ہو جاؤ۔ یہ بات سنہری حرفوں میں لکھ رکھو کہ دنیا میں وہی بچہ کامیاب ہوتا ہے، جو اپنے خیالات پر فتح پائے اور ان خیالات کو کبھی قریب نہ آنے دے، جس سے اس کی صحت خراب ہو یا وقت ضائع ہو۔

میں اپنے خیالات پر قابو پانے کی وجہ سے زندہ ہوں۔ مجھے ہر سال ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں کہ اس کے پھیپھڑے کمزور ہیں، لیکن مجھ کو سُن کو ہنسی آ جاتی ہے۔ کیوں کہ یہ بیماری کمزور خیال کا باعث ہوتی ہے۔ میں نے اپنے خیال کو کبھی کمزور نہیں ہونے دیا۔ دیکھو بیٹی، تم بھی ہمت سے کام لو۔ اپنے خیالات کو کمزور نہ ہونے دو۔ بیماری پر فتح حاصل کرو۔

خواتین کا کالم — عتیق الرحمٰن ایڈووکیٹ

اُمہات المؤمنینؓ کا شوقِ عبادت

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا گھرانا اور خاندان ہی ہمارے لیے مشعل نور ہے، لیکن اُمہات المؤمنینؓ نے اپنے فکر و عمل سے جو رہنمائی کا سامان ہمارے لیے چھوڑا ہے، اس سے ہمارے عہد کی خواتین خصوصی طور پر مستفید ہو سکتی ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو چکا ہے، جو ہمارے لیے بڑی سعادت اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ اس مہینے میں عبادت گزاری کی توفیق، انعامِ الٰہی سے کم نہیں ہے۔ اگر ہم اُمہات المؤمنین کا شوقِ عبادت دیکھیں تو اس میں فکرِ آخرت اور محبتِ الٰہی کی جھلک نظر آتی ہے اور وہ ہمارے شوقِ عبادت کو مہمیز دیتی ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں ابھی پانچ وقتہ نمازیں فرض نہ ہوئی تھیں، لیکن ان کا نفلی نمازوں کا ذوق و شوق انتہائی اعلیٰ درجے کا اور قابلِ تقلید ہے۔ اس دور میں اعلانیہ نماز پڑھنا کافروں کی ایذا رسانی کے سبب ممکن نہ تھا تو آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چُھپ کر نماز ادا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اکثر روزے رکھا کرتی تھیں۔ نفلی نمازیں، خصوصاً چاشت کی نماز کا اہتمام فرمایا کرتی تھیں۔ روزوں کی کثرت آپؓ کی زندگی کا خاص معمول تھا۔ ایک بار سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزے سے تھیں۔ سخت گرمی کے باعث سر میں پانی کے چھینٹے دیے جا رہے تھے۔ آپؓ کے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا: اس گرمی میں روزہ ضروری نہیں۔ افطار کر لیجیے! فرمانے لگیں: میں نے آں حضرت ﷺ سے سن رکھا ہے کہ: ''یومِ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' تو میں کیسے یہ روزہ چھوڑ سکتی ہوں! آں حضرت ﷺ کے ساتھ اُٹھ کر راتوں کو تہجد کی نماز ادا کرتی تھیں۔ رمضان المبارک میں تراویح کا خاص اہتمام کرتی تھیں۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آں حضرت ﷺ کے نکاح میں آئیں، اپنی عبادت گزاری، زُہد و تقویٰ، فکرِ آخرت اور خوفِ خدا میں ایک نمایاں مقام رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ: مجھے سودہؓ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ کاش میں اس جیسی ہوتی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو آں حضرت ﷺ کی اہلیہ اور خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی صاحبزادی تھیں، ان کے بارے میں تو حضرت جبریل علیہ السلام کی گواہی موجود ہے کہ آپؓ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور راتوں کو بہت زیادہ نمازیں پڑھنے والی ہیں۔ آپ پر نماز کا شوق اور روزے کا شغف بہت غالب تھا۔ حضرت نافعؒ کا بیان ہے کہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس حال میں وفات پائی کہ آپؓ روزے پہ روزے رکھتی تھیں۔

(بقیہ: صفحہ 11 پر)

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

کا دورۂ جنوبی سندھ 2

کراچی

22؍دسمبر 2013ء بروز اتوار کوٹھہ سے روانہ ہو کر صبح 9 بجے گلشن حدید کراچی آمد ہوئی، جہاں حلقہ گلشن حدید کے دوستوں نے حضرت اقدس اور دیگر حضرات کا استقبال کیا۔ حضرت اقدس کی آمد کے کچھ دیر بعد ہی حضرت مولانا مختار حسن اور جناب امجد علی آرائیں بھی تشریف لے آئے۔ جناب امان اللہ شاہ کی رہائش گاہ پر نوجوانوں کی کثیر تعداد نے حضرت اقدس سے استفادہ کیا۔ نمازِ ظہر تک یہ نشست جاری رہی۔ بعد ازاں زون کیماڑی کی جانب سے ڈیفنس سینٹرل لائبریری ہال میں یونیورسٹیز کے طلبا کے لیے ایک سیمینار کا انتظام کیا گیا تھا۔ سیمینار کی صدارت جناب وسیم اعجاز نے کی، جب کہ نظامت کے فرائض جناب واصف ریاض ایڈووکیٹ نے سرانجام دیے۔ سیمینار میں ابتدائی تعارف آفتاب احمد عباسی صاحب نے پیش کیا۔ ولی اللّٰہی افکار و خدمات کے موضوع پر حضرت مولانا مختار حسن نے روشنی ڈالی، جب کہ ''موجودہ دور کے چیلنجز اور ولی اللّٰہی افکار'' کے موضوع پر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے شرکا کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔ انھوں نے ولی اللّٰہی سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات کا تعارف انتہائی مدلل انداز سے پیش کرتے ہوئے موجودہ حالات اور عدمِ استحکام سے نکلنے کے لیے ذمہ داریوں کی نشان دہی فرمائی۔ اس سیمینار میں کراچی یونیورسٹی، این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی، وفاقی اُردو یونیورسٹی، اِقرا یونیورسٹی کے علاوہ حلقہ ڈیفنس اور حلقہ ڈیفنس ویو کے دوستوں نے بھرپور شرکت کی۔ نمازِ عصر کی ادائیگی لائبریری کے لان میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد ادارہ رحیمیہ کراچی کیمپس کی طرف روانگی ہوئی۔ وہاں پہنچ کر نمازِ مغرب ادا کی گئی اور اس کے بعد مجلس ذکر کا انعقاد ہوا، جس میں کراچی بھر کے تمام احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر نے ذکر اللہ کی اہمیت پر بیان فرمایا۔

23؍دسمبر بروز پیر: زون کیماڑی کراچی کے دوستوں نے صبح ناشتہ کے بعد حضرت مولانا مختار حسن سے استفادہ کیا۔ سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ اس کے بعد دعوتی عمل میں کام کرنے والے رابطہ کاران کے ساتھ ان کی نشست ہوئی، جس میں دعوتی عمل کے فروغ میں حائل مسائل پر دوستوں نے رہنمائی لی۔ نمازِ عصر کے بعد عمومی استفادے کا اہتمام تھا جس میں سوالات کے جوابات حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر نے دیے۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر کا انعقاد ہوا، جس میں پورے کراچی سے احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد ''صحبتِ صالح کی اہمیت'' پر حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن نے رہنمائی فرمائی۔ نمازِ عشا کے بعد 'علوم قرآنیہ کورس I' کے محاضرین کی حضرت اقدس رائے پوری کے ساتھ استفادہ نشست ہوئی، جس میں تاریخ کے موضوعات پر بالخصوص اہم ترین سوالات ہوئے۔ ان سوالات اور دیگر موضوعات پر حضرت اقدس نے محاضرین کی رہنمائی فرمائی۔ یہ نشست رات گئے تک جاری رہی۔

25؍دسمبر بروز بدھ: زون رحیمیہ کراچی میں بعد از ظہر ایک دعوتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس کی صدارت جناب جمال شاہ نے کی۔ جب کہ نظامت کے فرائض جناب عرفان پٹھان نے انجام دیے۔ ادارہ رحیمیہ کا تعارف جناب نعمان باقر نقوی نے پیش کیا۔ اس کے بعد ''پاکستان میں عدمِ استحکام کے اسباب'' کے موضوع پر حضرت مولانا مفتی مختار حسن نے رہنمائی فرمائی۔ اس کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے شرکائے سیمینار کی بڑے مدلل اور حکیمانہ انداز سے رہنمائی فرمائی۔ بعد از نمازِ مغرب و مجلس ذکر حضرت مولانا مفتی مختار حسن نے ذکر کی اہمیت پر دوستوں کی رہنمائی فرمائی۔ بعد نمازِ عشا مفتی صاحب کے ساتھ زون رحیمیہ کراچی کے احباب کی نشست ہوئی جس میں ارکان نے مفتی صاحب سے پیشہ وارانہ رہنمائی حاصل کی۔

26؍دسمبر بروز جمعرات: نمازِ عصر کے بعد عمومی استفادہ نشست کا انعقاد کیا گیا جس میں مفتی عبدالقدیر صاحب نے دوستوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ عشا کی نماز کے بعد ایک دعوتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا، جس کا موضوع تھا ''جماعتِ رسولؐ کا انقلابی کردار''۔ جس پر حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے شرکائے سیمینار کے سامنے مفصل خطاب کیا۔

27؍دسمبر بروز جمعۃ المبارک: نمازِ جمعۃ المبارک جامعہ مسجد رحمانیہ نارتھ کراچی میں ادا کی گئی۔ جس میں ابتدائی طور پر حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر نے بیان کیا۔ ان کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے بیان کیا اور خطبہ جمعۃ المبارک دیا۔ نمازِ جمعہ کے بعد احباب کے لیے ظہرانے کا انتظام تھا۔ بعد از ظہرانہ مسجد میں علاقے کے معززین اور بڑی تعداد میں نوجوانوں نے حضرت اقدس سے استفادہ کیا۔ نمازِ عصر کی ادائیگی کے بعد حضرت اقدس مدظلہٗ جناب ڈاکٹر کاشف کی رہائش گاہ تشریف لائے، جہاں پر علاقے کے نوجوانوں نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے شرکت کی۔ اس کے بعد عشائیہ بھی ڈاکٹر صاحب کی رہائش گاہ پر ہوا۔ اس کے بعد زینت ہال نارتھ کراچی میں ایک دعوتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا۔ جس میں بڑی تعداد میں طلبا و نوجوانوں نے شرکت کی۔ ابتدائی موضوع اور ادارہ رحیمیہ کے تعارف کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے ''انسان دوستی؛ مفہوم اور تقاضے'' کے موضوع پر حاضرین کی بڑے مدلل اور حکیمانہ انداز سے رہنمائی فرمائی۔ اس دوران تمام حاضرینِ سیمینار نے بڑی دلچسپی اور یکسوئی سے سنا اور بعد از سیمینار تحسین آمیز تاثرات کا اظہار کیا۔

28؍دسمبر بروز ہفتہ: زون ایسٹ کراچی کے احباب کی حضرت مولانا مفتی مختار حسن

www.rahimia.org

کے ساتھ نشست ہوئی جس میں ممبران نے شعبہ جاتی امور پر اُن سے رہنمائی حاصل کی۔ نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں اس علاقے کے تمام احباب نے شرکت کی۔ نمازِ عشا کے بعد داعیان اور رابطہ کاران کی نشست کا انعقاد کیا گیا، جس میں حضرت اقدس رائے پوری مدظلہ، حضرت مفتی عبدالقدیر، حضرت مولانا مختار حسن اور جناب آفتاب احمد عباسی نے شعبۂ دعوت کے حوالے سے رہنمائی فرمائی۔ انھوں نے پیش آمدہ مسائل اور دعوتی حکمت عملی کی دانش حاصل کرنے کے حوالے سے سوالات کیے اوران پر رہنمائی حاصل کی۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے تکمیلی دعا فرمائی۔

29/دسمبر بروز اتوار: دن گیارہ بجے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ زون ایسٹ کے علاقہ موریہ خان سوسائٹی تشریف لے گئے۔ بڑی تعداد میں علاقے کے معزیزین اور جناب جان محمد گدارو نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ کا استقبال کیا۔ یہاں عزیز منزل میں علاقے کے معززین کے ساتھ ایک نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں بڑی تعداد میں معزیزین علاقہ اور نوجوان شریک ہوئے۔ معززین علاقہ' نشست سے بہت خوش ہوئے اور پوری نشست میں بڑی دل چسپی اور پسندیدگی کا مظاہرہ کیا۔ بعد از نشست اچھے تأثرات کا اظہار کیا۔ بعد ظہر وظہرانہ' زون ایسٹ کراچی نے موریہ خان سوسائٹی عیدگاہ میں ایک سیمینار کا انعقاد کیا جس میں بڑی تعداد میں نوجوانوں اور طلبا نے شرکت کی۔ اس کے ساتھ علاقے کے معززین نے بھی شرکت کی۔ ادارہ رحیمیہ کے تعارف کے بعد حضرت اقدس مدظلہ نے ''سماجی تشکیل میں جامع نظریے کی ضرورت و اہمیت'' پر حاضرین سیمینار سے خطاب فرمایا اور سماج کی تشکیل میں ایک جامع نظریے کی ضرورت اور اہمیت پر بڑی مدلل رہنمائی فرمائی۔ شرکائے سیمینار نے بڑی دل جمعی اور دل چسپی سے سنا اوراس کے بعد اس طرح کے سیمینار زوقتاً فوقتاً ہوتے رہنے کا اظہار کیا اور سیمینار کو بہت سراہا۔ سیمینار کے بعد نمازِ عصر ادا کر کے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ ادارہ رحیمیہ کراچی کیمپس تشریف لے گے، جہاں حسبِ معمول نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی اوراس کے بعد عمومی استفادہ کی نشست کا اہتمام کیا گیا۔

30/دسمبر بروز سوموار: بعد نمازِ ظہر حضرت اقدس رائے پوری گلشن اقبال میں حضرت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد حضرت مولانا سید اصلح الحسینی کی زیارت اور ملاقات کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ جہاں تقریباً ایک گھنٹے تک ان سے ملاقات رہی، جس میں حضرت مولانا الحسینی نے باوجود بیماری، تکلیف اور نقاہت کے مشائخ رائے پور، مشائخ دیوبند بالخصوص حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے اپنی ملاقاتوں کے احوال بیان فرمائے۔ اور ان حضرات کی بلند نسبتوں کا تذکرہ فرمایا۔ اسی طرح جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ سے اپنی ملاقات اوراُن کی صحبت سے مستفیض ہونے کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ آخر میں انھوں نے اکابر مشائخ سے حاصل ہونے والی علمی، فکری اور روحانی نسبتوں کی اجازت حضرت اقدس رائے پوری کو عطا فرمائی اوراپنی دعاؤں سے رخصت کیا۔

عصر کی نماز کے بعد استفادہ نشست رکھی گئی، جس میں دوستوں نے حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ سے عمومی استفادہ کیا۔ بعد نمازِ مغرب مجلس ذکر منعقد ہوئی، جس میں تمام احباب نے بھرپور شرکت کی۔ نماز عشا اور عشایئے کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ کے ساتھ اس ریجن کے محاضرین شیخ الہندؒ سرکل کی استفادہ نشست منعقد کی گئی، جس میں محاضرین نے نظریاتی اور تربیتی حوالے سے حضرت اقدس رائے پوری سے رہنمائی حاصل کی۔ اس کے بعد اس نشست کی تکمیل حضرت اقدس مدظلہٗ کی دعا پر ہوئی۔

31/دسمبر بروز منگل: پندرہ روزہ دورہ حضرت اقدس مدظلہٗ ریجن جنوبی سندھ مکمل ہونے پر اس دن کی مناسبت سے بعد از عصر عمومی استفادہ نشست کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں نوجوانوں نے اپنی فکری و ذہنی آبیاری کی۔ بعد نمازِ مغرب اور مجلس ذکر تکمیلی نشست کا انعقاد کیا گیا، جس میں ریجن جنوبی سندھ کے مختلف زونز اور شاخوں سے احباب شریک ہوئے۔ نشست کی صدارت جناب وسیم اعجاز نے فرمائی، جب کہ نظامت کے فرائض جناب مولانا ہدایت اللہ نے انجام دیے۔ دوستوں کی ایک کثیر تعداد اس میں شریک ہوئی۔ ریجن شمالی سندھ، ریجن کوئٹہ سے بھی احباب تشریف لائے۔ اس موقع پر ایک ایسے موضوع کا انتخاب کیا گیا' جو ہر ایک دوست کے دل کا قرار، ذہن کی آسودگی، آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی تسکین کا ساماں بن سکتا تھا، یعنی بعنوان ''شاہ سعید احمد رائے پوریؒ؛ نوجوانوں کے لیے مشعل راہ''۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے بڑی چاہت، جذبہ اور اس انداز واُسلوب سے اس موضوع پر بات کی کہ گماں گزر رہا تھا شاید حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ ہی شرکا سے مخاطب ہیں۔ حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی پوری حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک ورق کھول کر آپؒ کے عزم اور جہدِ مسلسل سے عبارت' زیست کا ہر پہلو بڑے دل نشیں انداز میں پیش کیا، جس نے دوستوں کے قلوب کو ایک روحانی آسودگی کے ساتھ نیا عزم وولولہ عطا کیا۔ اس طرح انھوں نے سماجی تبدیلی کے لیے جہدِ مسلسل میں ہمہ وقت عمل پیرا ہونے کی ایک نئی روح پھونک دی۔ اس خوب صورت نشست کی تکمیل حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ کی دعا پر ہوئی۔

یکم جنوری 2014ء بروز بدھ: صبح نمازِ فجر اور ناشتے کے بعد حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ادارہ رحیمیہ کراچی کیمپس میں آپ کو الوادع کرنے کے لیے موجود تھی۔ اس طرح جناح انٹرنیشنل ائیرپورٹ میں جناب آفتاب احمد عباسی، جناب وسیم اعجاز، جناب جان محمد گدارو، جناب مولانا ہدایت اللہ اور دیگر احباب اور نوجوانوں کی خاصی تعداد نے آپ کو الوادع کیا۔

www.rahimia.org

رمضان کی آخری مبارک رات
اور ہماری ذمہ داریاں

(درج ذیل بیان حضرت الامام مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے 1997ء کے رمضان المبارک کی 29 ر تاریخ کو ختم قرآن کی محفل منعقدہ شہر فرید ضلع بہاولنگر میں ارشاد فرمایا۔ جناب اِکرام بیگ اِسے ضبطِ تحریر میں لائے۔ مدیر)

حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

میرے نوجوان ساتھیو! میرے بزرگو اور قابلِ احترام علمائے کرام! آج ہم سب اس مبارک رات کی فضیلت جانتے ہوئے یہاں جمع ہوئے ہیں اور ماشاءاللہ ابھی آپ نے علمائے کرام کے خطابات سنے ہیں۔

آج جو پریشانیاں پوری قوم کو لاحق ہیں اُس کے اسباب کیا ہیں؟ بعض پریشانیاں انفرادی گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہیں اور بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی خرابی سے اجتماعی مصیبتیں آتی ہیں۔ ہمیں سوچنا ہے کہ یہ ہمارے کون سے گناہ ہیں؟ اس وقت دنیا میں ہزار ذلتوں کے باوجود اللہ کی نگاہ میں جو اُمت عزیز ہے وہ مسلمان ہی ہے۔ اس سے بڑی اُمت تو کوئی نہیں۔ ان میں اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی ہیں۔ جو اُمتیں بگڑ گئیں ہیں اُن کا ایمانِ آخرت نہیں ہے۔ مسلمان اُمت ایمانِ آخرت رکھتی ہے، لیکن آج اس سے اجتماعی گناہ سرزد ہو رہے ہیں۔ ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ ہم اس کی وجہ سے اجتماعی عذاب کا شکار ہیں۔ ہم اگر یہ سوچ لیں کہ اللہ تعالیٰ آج کی رات کا فیصلہ کرتے ہوئے ہماری توبہ قبول کرلے کہ جس کی وجہ سے قوموں پر جو عذاب آ رہا ہے، وہ ٹل جائے۔

ایک بات یاد رکھیے کہ اللہ دنیا میں ایک عذاب بھیجتے ہیں اور ایک عذاب آخرت میں دیتے ہیں۔ اُس کو ہم سب جانتے ہیں۔ آخرت میں عذاب مرنے کے بعد قبر سے شروع ہوتا ہے۔ میدانِ محشر سے گزرنے کے بعد جہنم کا عذاب ہوگا۔ آخرت میں عذاب بھی ہے اور غصے کا اظہار بھی ہے اور انعام بھی ہے۔ انعام کی حالت اور جگہ کا نام ''جنت'' ہے اور عذاب کا نام ''جہنم'' ہے۔

میں آپ کو ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مسلمان دنیا میں دوسری قوموں کی نسبت پریشان کیوں ہیں؟ اللہ میاں اگر خوش ہوتا تو یہ مسلمان آج پریشان نہ ہوتا، مسلمان غلام نہ ہوتے، مسلمان ترقی یافتہ ہوتے۔ یہ باتیں کیسی ہیں اور اس کے مقابلے میں اپنی باتیں پیش کرتے۔ مثلاً آج کی عیسائی دنیا، آج کی یہودی دنیا، یہودی تو خیر مشنری ادارے نہیں چلاتے' ان کا مشنری مزاج نہیں ہے، ان کے ہاں دعوت و تبلیغ نہیں، اُن کا یہودی مذہب خاندانی مشن ہے۔ ان کے ہاں وراثتی مشن چلتا ہے، لیکن عیسائی! یہ تو بڑے مشنری ادارے چلاتے ہیں، دنیا میں چھائے ہوئے ہیں۔

بھائی! اگر اللہ تم سے راضی ہے تو تمھاری دعائیں کیوں نہیں سنتا؟ تمھاری دعاؤں کی طرف نظر کیوں نہیں کرتا؟ تمھاری عبادت کو قبول کیوں نہیں کرتا؟ ہمارے بڑے بڑے عظیم اجتماعات ہوتے ہیں۔ بظاہر بڑی بڑی نیکیاں ہیں۔ سب سے بڑا اِجتماع میدانِ عرفات میں ہوتا ہے۔ ''اے اللہ! ہمارے ملک میں برکت دے۔'' ہم دعائیں مانگتے ہیں۔ حقیقت ہے کہ نتیجہ نہیں نکلتا۔ پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ ہر کوئی کہتا ہے 30، 40 لاکھ لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، لیکن ہمارا پورا معاشرہ مایوسی کی طرف جا رہا ہے۔

اصل چیز ماحول ہے۔ ہمارا بے چارہ نوجوان کس ماحول کی لپیٹ میں ہے؟ ہم اس کی ظاہری حالت کو دیکھ کر، اس کو مسجد کے ماحول کے بالکل مختلف دیکھ کر ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔ ہمیں شکایت شروع ہو جاتی ہے اور ہم یہ نہیں دیکھتے کہ اس بے چارے کو ماحول کون سا ملا ہے؟ ہم نے کون سا ماحول اس کو دیا ہے کہ جس میں بگڑنا لازمی ہے؟ انسان کو جیسا بگڑا ہوا ماحول دو گے تو وہ بگڑے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ اجتماعی ماحول سے بگڑا ہے تو انفرادی اعتبار سے کیسے صحیح ہو جائے؟ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت گویا ہماری دعائیں قبول نہیں ہو رہیں، جب تک قوم کے اندر اپنی اجتماعیت کو نقصان پہنچانے والا جو گناہ ہے، اس سے ہم نہ نکل آئیں۔ ہم اپنے اجتماعی گناہوں کو محسوس نہیں کر رہے۔ جب تک اس چیز کا اِحساس نہ ہو تو توبہ کیسے قبول ہوگی؟ ''توبہ'' کس چیز کا نام ہے؟ توبہ وہ ہوتی ہے، جس میں گناہ کا اقرار اور ندامت ہو۔ جب کوئی آدمی گناہ مان ہی نہیں رہا اور گناہ کی پہچان ہی نہیں رہی تو توبہ کس چیز کی ہوگی؟ ہمارا اِیمان ہے اس آیت پر کہ ''گناہ سے تعاون نہ کرو، نیکی سے تعاون کرو۔'' حالات نے ہمیں ایسے مجبور کر رکھا ہے کہ ہمارے اوپر بااثر طبقے کا نظامِ ظلم نافذ ہے۔ اس میں ہم اس کے معاون ہیں۔

قرآن میں ہے کہ ہم نے اس اُمت کے ذمے اپنی مخلوق کی نگرانی ڈالی ہے۔ اے ایمان والی جماعت! ''ہم نے تم کو امتِ وسط اور معتدل مزاج بنایا۔'' یعنی ایسی بااَخلاق قوم، جو امراضِ روحانی سے پاک ہو وہ جماعت اعتدال والی جماعت کہلاتی ہے۔ آپ مجھے بتاؤ! ہم میں صداقت ہے؟ ہم میں شجاعت ہے؟ ہم میں عدالت ہے؟ جب وہ اَخلاق ہی نہیں رہے، جن سے انسانیت بنتی ہے۔ وہ صفات آپ میں نہیں رہیں، جس سے قوموں میں خلافت کا نظام ہے تو اللہ نااہل لوگوں کو اپنے بندوں پر مسلط نہیں کرتا۔

ہمارے بزرگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ دین فطرت ہے اور فطرت سے انسان کو نہیں موڑا جا سکتا۔ میں کل ہی دوستوں سے کہہ رہا تھا کہ ظلم کو کوئی انسان پسند نہیں کرتا اور عدل کی ہر ایک انسان کو خواہش ہوتی ہے تو پھر دین کیا ہوا؟ دین کی تعلیم کیا ہے؟ یہی کہ ظلم مٹ جائے اور عدل قائم ہو جائے۔ تو آپ بتاؤ کہ دینِ فطرت ہوا یا نہ ہوا؟ جب دین اپنی اصلی صورت میں ہوگا اور رسمی نہیں ہوگا تو اس میں انسانی فطرت موجود ہوگی۔ دنیا میں جہاں دین کا صحیح نظام موجود ہوگا تو ظلم دب جائے گا۔ ظلم چھپ جائے گا اور معاشرہ عدل کا قائم ہو جائے گا۔ اور دنیا جنت ہو جائے گی تو معاشرہ عدل کا قائم ہو جائے گا۔

بتاؤ! اس دین کی ضرورت ہے کہ نہیں؟ جس دین کا جذبہ ظلم مٹانے کے لیے ہو اور جس دین کی قربانی عدل کے قیام کے لیے ہو، وہ دینِ فطرت ہے۔ دنیا اس کی تڑپ کرے گی۔ دنیا ظلم کو نہیں چاہتی۔ انسان کافر ہوں، مشرک ہوں، گورے ہوں یا کالے ہوں' وہ انصاف کو چاہتے ہیں، ظلم کو نہیں چاہتے، ظلم سے وہ تنگ آتے ہیں۔ انصاف دوسرے

www.rahimia.org

مذہب والے سے آجائے' اُس کو سر پر بٹھائیں گے۔

خدا پرستی کیا چیز ہے؟ دراصل خدا سے تعلق فطری چیز ہے۔ ماں باپ جو واسطہ ہے' انسان اُن کے احسان کو نہیں بھول سکتا۔ ماں باپ اولاد کو نہیں بھول سکتے۔ جس خالق نے پوری قوم کو فطرت پر پیدا کیا تو ہم اس کو کیسے نہ پہچانیں۔ اس کی عبادت کیوں نہ کریں۔ یاد رکھو! مذہب کا صحیح کردار موجود ہو تو اس سے انسان دوستی پیدا ہوتی ہے۔ انسان دوستی کب پیدا ہوتی ہے، جب اس کا خدا کے ساتھ تعلق پیدا ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے دوست کا بچہ پیارا نظر آتا ہے۔ گویا جب ہم نے خدا کو پہچان لیا تو خدا نے یہ فرمایا کہ ساری مخلوق انسان جو ہے' اُس کو میرا کنبہ سمجھو۔ میں نے ان کو پیدا کیا۔ اللہ نے ایک ایمان لانے والی جماعت کو یہ نظریہ دیا کہ تم پوری مخلوق کو میرا کنبہ سمجھو۔

جب انسان کو صحیح مذہبی تعلیم ملتی ہے تو اس کا نظریہ کتنا اونچا ہو جاتا ہے۔ ایک بکری اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے، دوسرے کے بچے کے پاس نہیں جاتی۔ اپنے بچے کو پالنا، پرورش کرنا یہ تو حیوان کا کام ہے۔ اگر ایک انسان اپنی برادری سے محبت کرے اور قوم سے کرے تو یہ عام انسان کی بات ہے۔ کافر مشرک کی بات ہے۔ دین کی پہچان یہ ہے کہ خدا کا کنبہ سمجھ کر اُن سب میں عدل پھیلانا، حاسد اور ظالم سے بچانا' خدا کی جماعت کا نظریہ ہے۔ اسلام' دین رحمت ہے۔ جب تمہارا نظریہ اونچا ہو گیا تو تمہاری ذلت کی بات ختم ہو جائے گی۔ آج مسلمان کہتا ہے کہ سب کافر دشمن ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ آج تمہارا بھائی تمہارا دشمن ہے۔ جب تم لالچی ہو گئے تو بھائی بھی تم سے خطرہ کھائے گا۔ تم خود غرض ہو گئے تو بیوی بھی تم سے خطرہ کھائے گی۔ باپ بھی تم سے خطرہ کھائے گا۔ تمہاری عدالتیں آج کس طرح کے ظلم وستم سے بھری پڑی ہیں۔

دین کا اَخلاق ہم نہیں چھوڑ سکتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''اَخلاق کی تکمیل کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے۔'' میرے دل میں پوری انسانیت کا غم ہے۔ جہاد' اسلام کا مستقل رُکن ہے۔ ہمارے دین کا تبلیغی اور دعوتی مرکز ہم لوگوں کو شرک سے نکالنا ہے۔ ایمان بالآخرت کی دعوت دیتا ہے، لیکن نرمی، پیار، اَخلاق سے تبلیغ کا حکم ہے۔ پہلے ہمدردی ظاہر کرو، پھر بات کرو۔ ان سے پیار کرنا ہے۔ دوسرا انسان یہ سمجھ جائے کہ بغیر لالچ کے میرے کام آتا ہے۔ نرمی، محبت، پیار، اَخلاق کو اختیار کرو۔

طائف میں نوجوان حضور پاک ﷺ کو پتھر مارتے ہیں، نوجوان بھڑکائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ زخمی ہو گئے، ہڈیاں ٹوٹ گئیں، خون بہہ گیا، کبھی اٹھیں، کبھی بیٹھیں، لیکن حضور ﷺ ان کو بددعا نہیں دیتے۔ خون کو دیکھ کر آسمان کانپ اُٹھا۔ فرشتے لرز اُٹھے۔ آپ ﷺ ذرا بددعا دیں' ہم پہاڑ ملا کر اس بستی کو چکنا چور کر دیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں ان کا خیرخواہ ہوں۔ یہ غصے میں ہیں، بھڑکائے ہوئے ہیں۔ یہ میری بات نہیں مان رہے۔ اللہ اُن کے دلوں میں میری پہچان ڈالے۔ میں ان کے لیے بددعا کیوں کروں! کیوں کہ کل میں نے ان سے کام لینا ہے۔ اندازہ لگا سکتے ہیں دین میں کتنا سبق ہے۔ محبت اور پیار سے تبلیغ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول ﷺ کا اتباع نصیب فرمائے۔ سچی حق والی جماعت سے نسبت نصیب فرمائے۔ علمائے حق کی صحبت نصیب فرمائے۔ سچے راستے کی سمجھ نصیب فرمائے۔ آمین!

(بقیہ: اُمہات المؤمنین کا شوقِ عبادت)

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اتنی عبادت گزار تھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے بارے میں فرماتی ہیں کہ میں نے ''ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والی، سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی اور صدقہ کرنے والی عورت نہیں دیکھی۔'' یہ محنت مزدوری کرکے جو کچھ کماتی تھیں' وہ سارا کچھ مسکینوں پر خرچ کر دیتی تھیں۔ اسی لیے ان کا نام ''مسکینوں کا ٹھکانا'' پڑ گیا تھا۔

حضرت جویریہؓ بنت الحارث جو حارث بن ابی ضرار سردارِ قوم کی بیٹی اور حضور اکرم ﷺ کی بیوی تھیں، ذکرِ الٰہی میں بہت اِنہماک رکھتی تھیں۔ ایک دن نمازِ فجر کے بعد آں حضرت ﷺ ان کے پاس تشریف لائے تو ان کو مُصلّے پر ذکر کرتے ہوئے پایا تو آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے۔ ایک لمبے وقفے کے بعد تشریف لائے تو وہ ابھی تک اسی جگہ ذکر میں ہی مشغول تھیں۔

حضرت اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے سنا: جو کوئی رات دن میں بارہ رکعتیں پڑھ لے' اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دے گا۔ چار ظہر سے پہلے، دو اس کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشا کے بعد اور دو فجر سے پہلے۔ آپؓ ہمیشہ اِن سنتوں اور دیگر معمولات کی پابند رہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق ''البدایہ'' میں لکھا ہے کہ: ''آپ عبادت وزہد، تقویٰ، نیکی اور صدقہ کرنے میں سرداری کے مقام پر فائز تھیں۔'' حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا' جن سے آں حضرت ﷺ کی سب سے آخر میں شادی ہوئی تھی' ان کی کثرتِ نماز بھی مشہور ہے۔ حضرت یزید بن الاصمؒ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا وقت گھر کے کام کاج یا نماز پڑھنے میں گزرتا تھا۔

www.rahimia.org

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)

حضرت سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
حضرت مولانا محمد اشرف انژ (حیدرآباد)
حضرت ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
حضرت حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)

حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
حضرت مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)
محترم سید خالد ریاض بخاری (سعودی عرب)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کردیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔

صدقۂ فطر اور عید الفطر کے احکام و مسائل

صدقۂ فطر کے مسائل

(۱) صدقہ فطر ہر عاقل، بالغ، آزاد مالکِ نصاب شخص اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے ادا کرے، بشرطیکہ اس کی نابالغ اولاد کی ملکیت میں ان کے نام الگ سے مال نہ ہو۔ اگر ان کی ملکیت میں الگ مال بقدرِ نصاب ہے تو ان کے مال میں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا۔

(۲) صدقہ فطر کے نصاب کا مالک وہ شخص ہوگا، جس کے پاس ضرورت سے زائد تمام املاک و اشیا اس مقدار ہوں کہ ان کی قیمت ساڑھے سات تولہ سونا کے مساوی ہو۔

(۳) احادیث میں درج ذیل اشیاء میں سے کوئی ایک درج ذیل مقدار کے مطابق بطور صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

(الف) صاعاً من شعیرٍ: یعنی جو (تقریباً 3500 گرام)

(ب) صاعاً من تمرٍ: یعنی کھجور (تقریباً 3500 گرام)

(ج) صاعاً من اقطٍ: یعنی پنیر (تقریباً 3500 گرام)

(د) صاعاً من زبیبٍ: یعنی کشمش (تقریباً 3500 گرام)

(ہ) نصف صاعٍ من بُرٍّ: یعنی گندم (تقریباً 1700 گرام)

موجودہ اوزان (ناپ تول) کے مطابق علمائے کرام نے نصف صاع کو تقریباً 1700 گرام کے برابر قرار دیا ہے اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین کلوگرام کے برابر ہے۔ اگر کوئی شخص جَو یا گندم وغیرہ، غلے کی شکل میں نہ دے سکے تو اپنے علاقے کے نرخ کے مطابق اسی قدر درج بالا اشیاء کی قیمت ادا کر دے۔

(۴) جو شخص نصاب کا مالک ہے، اس پر صدقہ فطر واجب ہے، خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

(۵) مستحب یہ ہے کہ صدقہ فطر، عید الفطر کے دن نمازِ عید سے پہلے ادا کیا جائے۔ اور رمضان المبارک میں بھی ادا کرنا درست ہے۔

(۶) زکوٰۃ کی طرح صدقہ فطر کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مال سال بھر تک اس کے پاس جمع رہے، بلکہ سال سے کم عرصہ میں بھی بقدر نصاب مال کا مالک بن جائے اور عید الفطر کے دن بھی اس کا مالک ہو تو صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔

(۷) عورت پر صرف اپنی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ نابالغ بچوں کی طرف سے ان کی والدہ پر صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ یہ ذمہ داری باپ کی ہے۔

(۸) صدقہ فطر، عید کے دن صبح صادق کے وقت سے واجب ہو جاتا ہے، لہٰذا جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو جائے، اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔ اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا، اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر واجب نہیں۔

(۹) اگر عید الفطر کے دن صدقہ فطر ادا نہیں کر سکا تو بعد میں ادائیگی اس کے ذمہ برقرار رہے گی، جب تک کہ وہ اُسے ادا نہ کرے۔

عید الفطر کے مسائل

رمضان المبارک کے بعد یکم شوال کو شکرانے کے طور پر دو رکعت نمازِ عید الفطر ادا کرنا واجب ہے، عید الفطر کے احکام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) عید الفطر کے دن درج ذیل کام مسنون ہیں:

(الف) غسل کرنا۔ (ب) مسواک کرنا۔

(ج) عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہننا۔ (د) خوشبو لگانا۔

(ہ) بالوں میں کنگھا وغیرہ کرنا۔

(۲) صبح سویرے اُٹھ کر عیدگاہ جلد پہنچنے کی کوشش کی جائے۔

نمازِ عید کے لئے جانے سے پیشتر کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے۔

(۳) عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔

(۴) عید کی نماز پڑھنے کے لئے ایک راستے سے جائے اور نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آئے، عیدگاہ میں اگر ممکن ہو تو پیدل چل کر جائے۔

(۵) راستے میں یہ تکبیریں آہستہ آہستہ پڑھے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.

(۶) نمازِ عید کے لئے جماعت شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی وجہ سے کوئی نمازِ عید کی جماعت میں شریک نہیں ہو سکا تو وہ تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔

(۷) عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نمازِ اشراق یا دیگر نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ عورتوں، مریضوں اور مسافروں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

عید الفطر کی نماز پڑھنے کا طریقہ

(۸) عید الفطر کی نماز میں دو رکعت ہوتی ہیں، جن میں چھ تکبیریں زائد کہی جاتی ہیں۔

(۹) پہلی رکعت میں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ.... الخ پڑھنے کے بعد ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں، اس کے بعد امام قرأت کرے گا اور رکوع اور سجود کر کے پہلی رکعت مکمل کرے گا۔ اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہاتھ چھوڑ کر تین زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ نماز کا بقیہ حصہ حسبِ معمول مکمل کرے۔

(۱۰) نماز کے بعد امام سنت کے مطابق خطبہ پڑھے گا، یہ خطبہ سننا واجب ہے۔

www.rahimia.org